جناب ریحان اختر*

حج بیت اللہ روحانی تربیت کا ایک بہترین ذریعہ

اسلام میں عبادتیں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک عبادت جس کا تعلق انسان کے جسم سے ہوتا ہے مثلاً نماز، روزہ وغیرہ اور عبادت کی دوسری قسم کا تعلق انسان کے مال سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبان ثروت کی ذاتی کمائی میں معذور اور مجبور بندگان خدا کا بھی حصہ ہوتا ہے جو زکوٰۃ صدقات کی شکل میں حقداروں کو پہنچایا جاتا ہے۔ ان دو عبادتوں کے مجموعے کو حج کہا جاتا ہے جس میں جسمانی عبادت کے ساتھ مالی عبادت بھی انجام پائی جاتی ہے۔ شاید اسی حقیقت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے خداوند عالم نے صرف صاحب استطاعت مسلمانوں پر ہی اس عبادت کو فرض قرار دیا ہے۔ جس کی انجام دہی کے لیے جسمانی مشقت، مالی اخراجات کے ساتھ اپنے اہل وعیال اور وطن عزیز کی جدائی کا غم بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

جس طرح نماز، روزہ زکوٰۃ تمام عبادتیں سابقہ شریعتوں میں فرض تھیں، اسی طرح حج بھی کسی مقدس ومحترم مقام کی زیارت کے لیے جانا بھی کسی نہ کسی صورت تمام شریعتوں میں تھا، مگر حقیقتاً فریضۂ حج ملت ابراہیمی کی یادگار ہے جو قیامت تک زندہ وتابندہ رہے گی۔ قرآن پاک میں متعدد آیات میں حج بیت اللہ کی زیارت کا ذکر آیا ہے۔ اور آیات قرآنی میں حج کے تمام ضروری احکام وہدایات واضح کردی گئی ہیں۔ فریضۂ حج صرف صاحب استطاعت لوگوں پر ہے۔ اس کو صاحب استطاعت افراد پر فرض قرار دیتے ہوئے اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ (آل عمران آیت ۹۷)

ترجمہ: لوگوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔

حج تو درحقیقت خدا کی اس مقدس سرزمین پر حاضری کا نام ہے جہاں نبیوں، رسولوں اور برگزیدہ بندوں نے اپنی حاضری کے ذریعہ اطاعت وبندگی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اور اپنی بندگی وطاعت کا عہد وپیمان کیا ہے۔ درحقیقت اس فریضہ کی ادائیگی کے ذریعہ خدا کی بارگاہ میں اپنی غلطیوں وسیہ کاریوں سے توبہ کرنا اور اپنے انتہائی محسن ومنعم ومولیٰ ومالک کو منانا ہے تاکہ وہ ہم پر نظر رحمت کردے اور ہمارے ساتھ عفو ودرگزر کا معاملہ کرے کیونکہ وہ رحم وکرم اور لطف عنایات کا بحر بیکراں ہے۔

---

* ریسرچ اسکالر۔ شعبہ دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حج انسان کو کس طرح سے اللہ رب العزت کی نگاہ میں معزز ومکرم اور موقر ومحترم بنادیتا ہے اور حج کی ادائیگی کے بعد اس کی زندگی میں کیسی زبردست تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور کس طرح سے اسکی تربیت ہو جاتی ہے پیغمبر اکرم کا ارشاد گرامی ہے کہ: **عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج العمرۃ فانھما ینفیان الفقرہ الذنوب کماینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ** (مشکوۃ المصابیح کتاب المناسک صفحہ ۲۲۰)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حج اور عمرہ یکے بعد دیگر ادا کرو، اس لیے کہ یہ دونوں افلاس اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: **عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول عن اھل بحجۃ او عمرۃ عن المسجد القصیٰ الی المسجد الحرام غفرلہ ماتقدم عن ذنبہ وماتاً خرا ووجبت لہ الجنۃ.** (مشکوۃ المصابیح، کتاب المناسک صفحہ ۲۲۲)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص احرام باندھے حج اور عمرہ کا مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک اس کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں اور جنت اس کیلئے واجب ہو جاتی ہے۔

اور تیسری روایت میں منقول ہے: **عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الحاج والعمار وفد اللہ دعوۃ اجابھم وان مستغفر وہ عفی لھم.** (مشکوۃ المصابیح، المناسک، صفحہ ۲۲۰)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حجاج اور عمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں۔ اگر دعا مانگتے ہیں، تو اسے قبول کرتا ہے اگر مغفرت چاہتے ہیں تو بخش دیتا ہے۔

حج بیت اللہ تو مومنین کے لیے توبہ وانابت، روحانی تربیت، اور رجوع الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہے اور بندگی واطاعت اور خود سپردگی مظہر ہے۔ ایک مومن کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ عشق خداوندی اور محبت الٰہی سے اپنے قلوب واذہان کو مسحور رکھے۔ جب احرام باندھتے وقت تلبیہ لبیک اللھم لبیک کا ورد کرتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بارگاہ الٰہی سے بندہ کو اطاعت وفرمانبرداری کیلئے بلایا جارہا ہے۔ اس پکار سے آدمی کے اندر عبدیت وبندگی کا احساس تازہ ہوتا ہے اور خواہش نفس پر قابو پانے کا جذبہ نشونما پاتا ہے۔ اس عمل سے ہر ہر قدم پر تواضع وانکساری، روحانی کیف وسرور، خوف وخشیت، اخلاص وللّٰہیت پیدا ہو جاتی ہے۔ صبر وتحمل اور بردباری کی عادت پڑ جاتی ہے۔ وہ مومن فریضۂ حج کی ادائیگی سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے کہ حدیث نبویؐ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ کا حقیقی مصداق بن جاتا ہے۔

اس فریضہ کے بحسن وخوبی ادائیگی کے بعد آدمی کی پوری ذات اطاعت وبندگی، خوف وخشیت ربانی اور فنافی اللہ کا ترجمان بن جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ ہر برے عمل سے اجتناب کرنے لگتا ہے۔ اس کے اندر اعمال صالحہ کی طرف سبقت کا ذوق وشوق بڑی تیزی سے بڑھ جاتا ہے۔ اس کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۵۷ پر)